اسمٰعیل میرٹھی

(1917 — 1844)

محمد اسمٰعیل نام، اسمٰعیل تخلص تھا، میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ اس دور کے رواج کے مطابق انھوں نے ابتدائی تعلیم گھر پر مکمل کی۔ میرٹھ کے ایک عالم، رحیم بیگ سے فارسی زبان کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ انگریزی زبان میں بھی مہارت حاصل کر کے انجینیئرنگ کا کورس پاس کیا۔ قوم کے بچوں کی تعلیم میں دلچسپی کی وجہ سے انھوں نے معلّمی کا پیشہ اختیار کیا۔ اپنے عہد کے اہم شاعروں مثلاً حالی اور شبلی کی طرح مولوی اسمٰعیل میرٹھی نے بھی اپنی شاعری کو بڑوں اور بچوں دونوں کے لیے تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا اور درسی کتابیں بھی لکھیں۔ انھوں نے سادہ اور سلیس زبان میں اردو سکھانے کے ساتھ ان کتابوں میں اخلاقی موضوعات کو اس خوبی سے شامل کیا کہ پڑھنے والے تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کے زیور سے بھی آراستہ ہو سکیں۔ اسمٰعیل میرٹھی نے ایسی کئی نظمیں لکھی ہیں جو صرف بچوں کے لیے ہیں اور ہر عہد میں ان کی معنویت اور افادیت برقرار رہی ہے۔ اسمٰعیل میرٹھی کا کلام ''کلّیاتِ اسمٰعیل'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔

آبِ زُلال

دکھاؤ کچھ طبیعت کی روانی
جو دانا ہو تو سمجھو کیا ہے پانی

یہ مل کر دو ہواؤں سے بنا ہے
گرہ کُھل جائے تو فوراً ہَوا ہے

نظر ڈھونڈے مگر کچھ بھی نہ پائے
زباں چکھّے مزہ ہرگز نہ آئے

ہَواؤں میں لگایا خوب پھندا
انوکھا ہے تری قدرت کا دھندا

نہیں مشکل اگر تیری رضا ہو
ہَوا پانی ہو اور پانی ہوا ہو

مزاج اُس کو دیا ہے نرم کیسا
جگہ جیسی ملے بن جائے ویسا

نہیں کرتا جگہ کی کچھ شکایت
طبیعت میں رسائی ہے نہایت

نہیں کرتا کسی برتن سے کھٹ پٹ
ہراک سانچے میں ڈھل جاتا ہے جھٹ پٹ

نہ ہو صدمے سے ہرگز ریزہ ریزہ
نہ ہو زخمی اگر لگ جائے نیزہ

نہ اُس کو تیر سے تلوار سے خوف
نہ اُس کو توپ کی بھرمار سے خوف

تواضع سے سدا پستی میں بہنا
جفا سہنا مگر ہموار رہنا

نہیں ہے سرکشی سے کچھ سروکار
نہ دیکھو گے کبھی تم اُس کا انبار

خزانہ گر بلندی پر نہ ہوتا
تو فوّارے سے وہ باہر نہ ہوتا

جو ہلکا ہو اُسے سر پر اُٹھائے
جو بھاری ہو اُسے غوطہ کِھلائے

نہ جلتا ہے نہ گلتا ہے نہ سڑتا
ذرا پانی نہیں ہرگز بگڑتا

کسی عنوان سے ہوگا نہ نابود
وہی پانی کا پانی دودھ کا دودھ

لگے گرمی تو اُڑ جائے ہَوا پر
پڑے سردی تو بن جاتا ہے پتّھر

ہَوا میں مل کے غائب ہو نظر سے
کبھی اوپر سے بادل بن کے برسے

ہوا پر چڑھ کے پہنچے سیکڑوں کوس
کبھی اولا کبھی پالا کبھی اوس

کُہر ہے بھاپ ہے پانی ہے یا برف
کئی صیغوں میں ہے ایک اصل کی صَرف

اُسی کے دم سے دنیا میں تَری ہے
اُسی کی چاہ سے کھیتی ہری ہے

پھلوں میں پھول میں ہر پنکھڑی میں
ہر اک ٹہنی میں ہر بوٹی جڑی میں

ہر اک ریشے میں ہے اُس کی رسائی
غِذا ہے جڑ سے کونپل تک چڑھائی

پَھلوں کا ہے اُسی سے تازہ چہرہ
اُسی کے سر پہ ہے پھولوں کا سہرا

اُسی کو پی کے جیتے ہیں سب انساں
اُسی سے تازہ دَم ہیں سارے حَیواں

یہی معدے کو پہنچاتا رَسَد ہے
یہی تخلیق میں کرتا مدد ہے

عمارت کا بسایا اُس نے کھیڑا
تجارت کا کیا ہے پار بیڑا

زراعت اس کی موروثی اسامی
صناعت کے بھی اوزاروں کا حامی

کہیں ساگر کہیں کھاڑی کہیں جھیل
کہیں جمنا کہیں گنگا کہیں نیل

یہی پہلے زمیں پر موج زن تھا
نہ میداں تھا نہ پربت تھا نہ بَن تھا

زمیں پوشیدہ تھی اُس کے بغل میں
نہ تھا کچھ فرق جل میں اور تھل میں

نہ بستی تھی نہ ٹاپوٗ تھا کہیں پر
اُسی کا دَور دورہ تھا زمیں پر

مگر دنیا میں یکسانی کہاں ہے
جو اَب دیکھو تو وہ پانی کہاں ہے

یہاں ہر چیز ہے کروٹ بدلتی
ہر اک حالت ہے چڑھتی اور ڈھلتی

کوئی شے ہو، ہَوا ہو یا ہو پانی
سبھی کو ہے بُڑھاپا اور جوانی

رہا باقی نہ وہ پانی کا ریلا
اُسے خشکی نے پستی میں دھکیلا

زمیں آہستہ آہستہ گئی چوس
چھپائے مال کو جس طرح کنجوس

تَری کا جب کہ دامن ہوگیا چاک تو خشکی نے اُڑائی جابہ جا خاک
پہاڑ اُبھرے ہوئے میدان پیدا ہوئے میداں میں نخلستان پیدا
تَری کا گو ابھی پلّہ ہے بھاری لڑائی ہے مگر دونوں میں جاری
کیا کرتے ہیں دونوں کاٹ اور چھانٹ چلی جاتی ہے باہم لاگ اور ڈانٹ
تَری ہر دم چلی جاتی ہے اٹتی کبھی خشکی بھی ہے کایا پلٹتی
تَری کا تین چوتھائی میں ہے راج تو خشکی ایک چوتھائی میں ہے آج
نہیں چلتی تری کی سینہ زوری زمیں اِک روز رہ جائے گی کوری
پہن رکھا تھا جب آبی لبادہ مٹاپا بھی زمیں کا تھا زیادہ
مگر اب دن بہ دن چڑھتی ہے خشکی تَری گھٹتی ہے اور بڑھتی ہے خشکی

کمی بیشی نہیں آتی نظر کچھ
بہت عمروں میں ہوتا ہے اثر کچھ

(اسمٰعیل میرٹھی)

سوالات

1. پانی کے سدا پستی میں بہنے کی شاعر نے کیا وجہ بیان کی ہے؟
2. پانی کے پتھر بن جانے سے کیا مراد ہے؟
3. جب کہیں بستی اور ٹاپو نہیں تھے تو زمین پر کس کا دَور دَورہ تھا؟
4. زمین کے تین چوتھائی حصّے میں کس کا راج ہے؟
5. شاعر نے ''آبِ زُلال'' کی کیا خوبیاں بیان کی ہیں؟